

تفہیم القرآن

الاحزاب

نام۔ آیت ۲۰ کے فقرہ یَحْجِدُ بُونَ الْأَحْزَابِ لَمْ يَذْهَبُوا سے ماخوذ ہے۔
 زمانہ نزول۔ اس سورۃ کے مضامین تین اہم واقعات سے بحث کرتے ہیں۔ ایک، غزوہ احزاب
 جو شوال ۳۱ھ میں پیش آیا دوسرے، غزوہ بنی قریظہ جو ذی القعدہ ۳۱ھ میں پیش آیا تیسرے حضرت
 زینب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جو اسی ماہ ذی القعدہ میں ہوا۔ ان تاریخی واقعات سے سورۃ
 کا زمانہ نزول ٹھیک متعین ہو جاتا ہے۔

تاریخی پس منظر۔ جنگ اُحد (شوال ۳۱ھ) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کیے ہوئے تیر اندازوں
 کی غلطی سے شکر اسلام کو جو شکست نصیب ہو گئی تھی اس کی وجہ سے مشرکین عرب، یہود اور منافقین
 کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور انہیں امید بندھ چلی تھی کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا قمع قمع کرنے میں
 کامیاب ہو جائیں گے۔ ان بڑھتے ہوئے حوصلوں کا اندازہ ان واقعات سے ہو سکتا ہے جو اُحد
 کے بعد پہلے ہی سال میں پیش آئے۔ جنگ اُحد پر دو مہینوں سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ نجد کے قبائِل
 بنی اسد نے مدینہ طیبہ پر چھا پا مارنے کی تیاریاں کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی روک تھام کے
 لیے نہایت اہمیت پر مشتمل پھر صفر ۳۱ھ میں قبائلی غصّہ اور فساد نے حضور سے چند آدمی مانگے تاکہ
 وہ ان کے علاقے میں جا کر لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیں۔ حضور نے چھ اصحاب کو ان کے ساتھ کر دیا۔
 مگر زبیر جعہ اور رایغ کے درمیان پہنچ کر وہ لوگ قبائِلِ نذیل کے کفار کو ان بے بس مبلغین پر چڑھا
 لے گئے، ان میں سے چار کو قتل کر دیا، اور دو صاحبوں حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن
 ادریسہ کو بے جا کر مکہ معظمہ میں دشمنوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ پھر اسی ماہ صفر میں بنی عامر کے ایک

سردار کی درخواست پر حضور نے ایک اور تبلیغی وفد جو چالیس ریا بقول بعض ۷۰، انصاری نوجوانوں پر مشتمل تھا، نجد کی طرف روانہ کیا۔ مگر ان کے ساتھ بھی غدا رے کی گئی اور بنی سُلَیْم کے قبائل عہدیتہ اور رِغْل اور ذکوان نے پشتر معجزہ کے مقام پر اچانک نرغہ کر کے ان سب کو قتل کر دیا۔ اسی دوران میں مدینے کا یہودی قبیلہ بنی النضیر ولیر ہو کر مسلسل بد عہدیاں کرتا رہا، یہاں تک کہ زیج الاولیٰ میں اُس نے خود بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے کی سازش تک کر ڈالی۔ پھر عبادی الاولیٰ سلسلہ میں بنی غطفان کے دو قبیلوں، بنو ثعلبہ اور بنو مخارب نے مدینہ پر حملے کی تیاریاں کیں اور حضور کو خود ان کی روک تھام کے لیے جانا پڑا۔ اس طرح جنگِ آخر کی شکست سے جو ہوا اٹھری تھی وہ مسلسل سات آٹھ مہینے تک اپنا رنگ دکھاتی رہی۔

لیکن وہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم و نڈیر اور صحابہ کرام کا جذبہ فداکاری تھا جس نے تھوڑی مدت کے اندر ہی حالات کا رخ بدل کر رکھ دیا۔ عربوں کے معاشی مقابلہ نے اہل مدینہ کے لیے جینا دشوار کر رکھا تھا۔ گرد و پیش کے تمام مشرک قبائل پیرہ دست ہو رہے تھے۔ خود مدینے کے اندر یہود اور منافقین مارا آئین بنے ہوئے تھے۔ مگر ان مٹھی بھر مومنین صادقین نے رسولی خدا کی قیادت میں پے درپے ایسے اقدامات کیے جن سے عرب میں اسلام کا عجب صرف بحال ہی نہیں ہو گیا بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔

جنگِ اُخْذِ ابِجے پہلے کے غزوات ان میں سے اولین اقدام وہ تھا جو جنگِ اُخْذ کے فوراً ہی بعد کیا گیا۔ جنگ کے ٹھیک دو مہرے روز، جبکہ اکثر مسلمان زخمی تھے اور بہت سے گھروں میں عزیز ترین اقارب کی شہادت پر کھرام برپا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی اور خستہ حمزہ کی شہادت پر دلفگار تھے۔ حضور نے اسلام کے فدائیوں کو بپاراکہ لشکر کفار کے تعاقب میں چلنا ہے تاکہ وہ کہیں راستے سے پلٹ کر پھر مدینے پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ حضور کا یہ اندازہ بالکل صحیح تھا کہ کفار قریش ہاتھ اُٹھائی ہوئی فتح کا کوئی فائدہ اٹھاتے بغیر واپس تو چلے گئے ہیں، لیکن وہ راستے میں جب کسی جگہ جا کر ٹھہریں تو اپنی اس حماقت پر نادام ہوں گے اور دوبارہ مدینے پر چڑھ آئیں گے۔ اس بنا پر آپ نے ان کے

تعاقب کا فیصلہ کیا اور فوراً ۶۳۰ جاں نثار آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے مکہ کے راستے میں جب تحرام لاسد پہنچ کر آپ نے تین روز تک پڑاؤ کیا تو ایک ہمدرد غیر مسلم کے ذریعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ ابوسفیان اپنے ۲۹۷۸ آدمیوں کے ساتھ مدینے سے ۳۶ میل دور اللہ عباد کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا اور یہ لوگ فی الواقع اپنی غلطی کو محسوس کر کے پھر پلٹ آنا چاہتے تھے، لیکن یہ سن کر ان کی ہمت ٹوٹ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر لیے ہوتے ان کے تعاقب میں چلے آئے ہیں۔ اس کارروائی کا صرف یہی فائدہ نہیں ہوا کہ قریش کے بڑے ہوتے حوصلے پست ہو گئے، بلکہ گرد و پیش کے دشمنوں کو بھی یہ معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی قیادت ایک انتہائی بیدار مغز اور اولوالعزم ہستی کہ رہی ہے اور مسلمان اس کے اشارے پر کٹ مرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، صفحات ۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱)

پھر جونہی کہ بنی اسد نے مدینے پر چھاپہ مارنے کی تیاریاں شروع کیں، حضور کے مخبروں نے بروقت آپ کو ان کے ارادوں سے باخبر کر دیا۔ قبل اس کے کہ وہ چڑھ کر آتے، آپ نے حضرت ابوسلمہ داعم المومنین حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر کی قیادت میں ڈیڑھ سو آدمیوں کا ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لیے بھیج دیا۔ یہ فوج اچانک ان کے سر پر پہنچ گئی۔ بدحواسی کے عالم میں وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ان کا سارا مال اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔

اس کے بعد بنی النضیر کی باری آئی۔ جس روز انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی اور اس کا راز فاش ہوا اُسی روز آپ نے ان کو نوٹس دے دیا کہ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ۔ اس کے بعد تم میں سے جو یہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ منافقین مدینہ کے سردار عبد اللہ بن ابی نے ان کو تڑی دی کہ وٹ جاؤ اور مدینہ پھوٹنے سے انکار کر دو، میں دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا، بنی قریظہ تمہاری مدد کریں گے، نجد سے بنی غطفان بھی تمہاری مدد کے لیے آئیں گے۔ ان باتوں میں آکر انہوں نے حضور کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنا علاقہ نہیں چھوڑیں گے، آپ کے جو کچھ ہو سکے کر لیجیے۔ حضور نے نوٹس کی مبیعا و ختم ہوتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے

حامیوں میں سے کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ مدد کو آتا۔ آخر کار انہوں نے اس شرط پر سہیاڑ وال دینے کہ ان میں سے برتن آدمی ایک اونٹ پر جو کچھ لاد کر لے جاسکتے ہیں سے جائیں گے اور باقی سب کچھ مدینہ ہی میں پھوڑ جائیں گے۔ اس طرح مضافات مدینہ کا وہ پورا محکمہ جس میں بنی نضیر رہتے تھے، ان کے باغات اور مرغیوں اور سر و سامان سمیت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور اس بدعہد قبیلے کے لوگ خیبر، وادی القریٰ اور شام میں تشریف ہو گئے۔

پھر آپ نے بنی غطفان کی طرف توجہ کی جو مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے پرتولستہ تھے۔ آپ پیار سو کا شکر لے کر نکلے اور ذات الرقاع کے مقام پر ان کو جادیا۔ اس اچانک حملے نے ان کے حواس باختہ کر دیئے اور کسی جنگ کے بغیر وہ اپنے گھر بار اور مال اسباب چھوڑ کر پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔

اس کے بعد شعبان ۳ھ میں آپ ابو سفیان کے اس چیلنج کا جواب دینے کے لیے نکلے جو اس نے اُحد سے پلٹتے ہوئے دیا تھا۔ خاتمہ جنگ پر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی طرف رخ کر کے اعلان کیا تھا کہ اتنا موعداً کہ بدر للعام المقبل (آئندہ سال بدر کے مقام پر ہمارا تمہارا پھر مقابلہ ہوگا) اور حضور نے جواب میں ایک صحابی کے ذریعہ سے یہ اعلان کر دیا تھا کہ نعم، ہی بینا و بینہ موعداً (ٹھیک ہے، یہ بات ہمارے اور تیرے درمیان طے ہو گئی)۔ اس قرارداد کے مطابق طے شدہ وقت پر آپ ۱۵ سو صحابیوں کو لے کر بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ اُدھر سے ابوسنیان دو ہزار کا لشکر لیکر پلاننگ مقررانظران (موجودہ وادی فاطمہ) سے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ حضور نے بدر میں آٹھ دن اس کا انتظار کیا اور اس دوران میں مسلمان تجارت کر کے ایک دوہم کے دو درہم کماتے رہے۔ اس واقعہ سے وہ دھاک جو اُحد میں اٹھری تھی پہلے سے بھی زیادہ جم گئی۔ اس نے پورے عرب پر یہ بات کھول دی کہ اب تنہا قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تہذیب القرآن، جلد اول، ص ۱۲۰۔



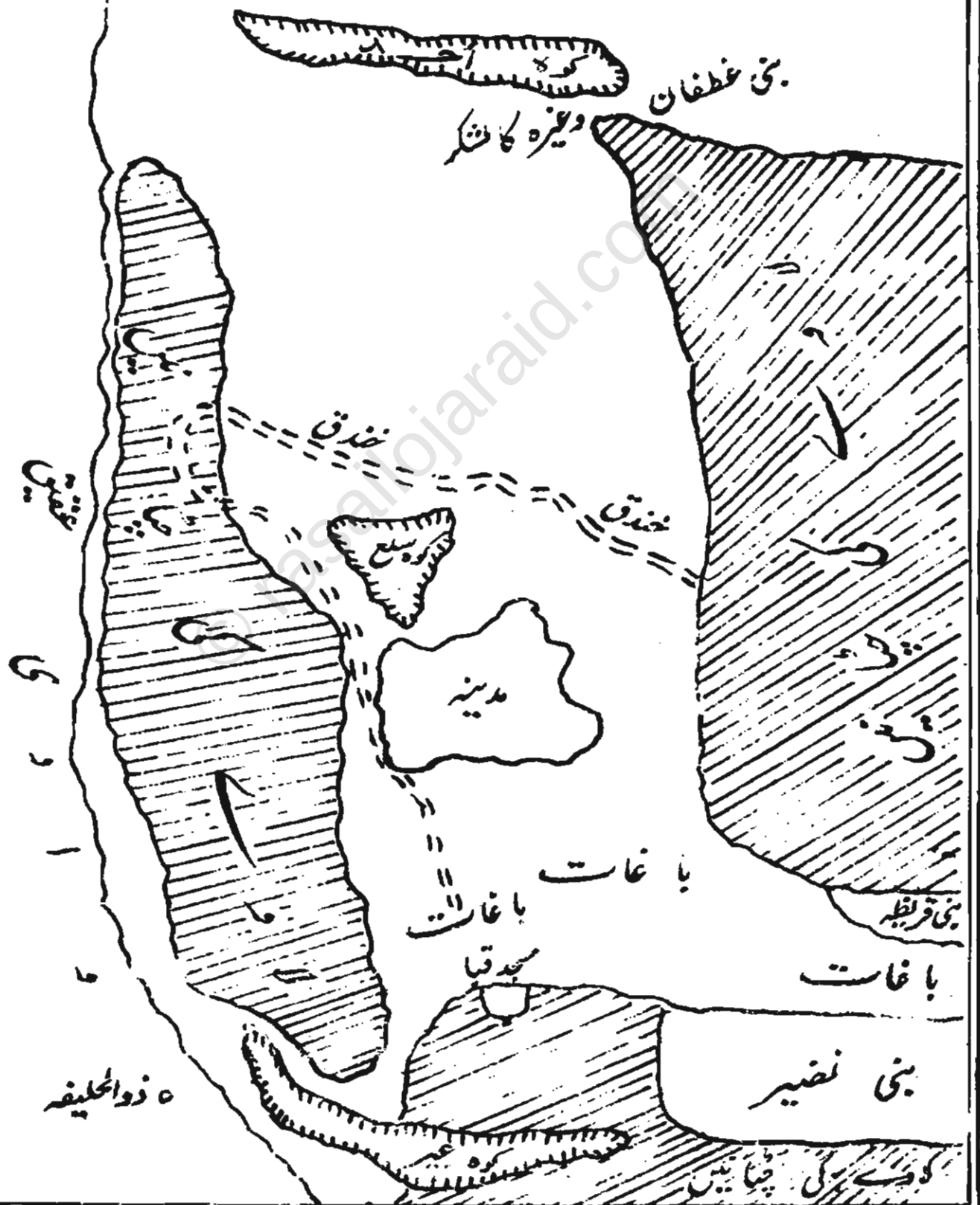
اس دھاک میں ایک اور واقعہ نے مزید اضافہ کیا۔ عرب اور شام کی سرحد پر دو فوجیں
موجودہ الجوف، ایک اہم مقام تھا جہاں سے عراق اور مصر و شام کے درمیان عرب کے
تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اس مقام کے لوگ قافلوں کو تنگ کرتے اور اکثر لوٹ لیتے تھے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول ۸ھ میں ایک ہزار کا لشکر لیکر ان کی تادیب کے لیے خود
تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے مقابلے کی ہمت نہ کر سکے اور ہستی چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اس سے
پورے شمالی عرب پر اسلام کی سبقت بیٹھ گئی اور قبائل نے یہ سمجھ لیا کہ مدینے میں جو زبردست
طاقت پیدا ہوئی ہے اس کا مقابلہ اب ایک دو قبیلوں کے بس کا کام نہیں ہے۔

غزوہ اخزاب | یہ حالات تھے جن میں غزوہ اخزاب پیش آیا۔ یہ غزوہ دراصل عرب کے
بہت سے قبائل کا ایک مشترک حملہ تھا جو مدینے کی اس طاقت کو کچل دینے کے لیے کیا
گیا تھا۔ اس کی تحریک بنی النضیر کے اُن لیڈروں نے کی تھی جو مدینے سے جلاوطن ہو کر خیبر میں مقیم ہو گئے
تھے۔ انہوں نے دورہ کر کے قریش اور غطفان اور ہذیل اور دوسرے بہت سے قبائل کو اس بات
پر آمادہ کیا کہ سب مل کر بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مدینے پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ ان کی کوششوں
سے شوال ۸ھ میں قبائل عرب کی اتنی بڑی جمعیت اس چھوٹی سی بستی پر حملہ آور ہو گئی جو اس
سے پہلے عرب میں کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ اس میں شمال کی طرف سے بنی النضیر اور بنی قینقاع کے
وہ یہودی آئے جو مدینے سے جلاوطن ہو کر خیبر اور وادی القریٰ میں آباد ہوئے تھے۔ مشرق
کی طرف سے غطفان کے قبائل (بنو سلیم، فزارہ، امرہ، اشج، سعد اور اسد وغیرہ) نے پیش قدمی
کی۔ اور جنوب کی طرف سے قریش اپنے حلیفوں کی ایک بھاری جمعیت لیکر آگے بڑھے۔ مجموعی
طور پر ان کی تعداد دس بارہ ہزار تھی۔

یہ حملہ اگر اچانک ہوتا تو سخت تباہ کن ہوتا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں
بے خبر بیٹھے ہوئے نہ تھے بلکہ آپ کے خبر رساں اور تحریک اسلامی کے ہمدرد اور متاثرین جو مقام
قبائل میں موجود تھے، آپ کو دشمنوں کی نقل و حرکت سے برابر مطلع کرتے رہتے تھے۔ قبل

شمال
↑

قریبی کا حساب



اس کے کہ یہ تجم غفیر آپ کے شہر پر پہنچا، آپ نے چھ دن کے اندر مدینہ کے شمال مغربی رخ پر ایک خندق کھدوائی اور کوہ سلع کو پشت پر لیکر تین ہزار فوج کے ساتھ خندق کی پناہ میں مدافعت کے لیے تیار ہو گئے۔ مدینہ کے جنوب میں باغات اس کثرت سے تھے اور اب بھی ہیں، کہ اس جانب سے کوئی حملہ اس پر نہ ہو سکتا تھا۔ مشرق میں حرّات (لاوے کی چٹانیں) ہیں جن پر سے کوئی اجتماعی فوج کشتی آسانی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ یہی کیفیت مغربی جنوبی گوشے کی بھی ہے۔ اس لیے حملہ صرف اُحد کے مشرقی اور مغربی گوشوں سے ہو سکتا تھا اور اسی جانب حضور نے خندق کھدوا کر شہر کو محفوظ کر لیا تھا۔ یہ چیز سرے سے کفار کے جنگی نقشے میں تھی ہی نہیں کہ انہیں مدینے کے باہر خندق سے سابقہ پیش آتے گا، کیونکہ اہل عرب اس طرّی دفاع سے نا آشنا تھے۔ ناچار انہیں جاٹے۔ کے زمانے میں ایک غویل محاصرے کے لیے تیار ہونا پڑا جس کے لیے وہ گھروں سے تیار ہو کر نہ آتے تھے۔

اس کے بعد کفار کے لیے صرف ایک ہی تدبیر باقی رہ گئی تھی، اور وہ یہ کہ بنی قریظہ کے یہودی قبیلے کو غدار ی پر آمادہ کریں جو مدینہ طیبہ کے جنوب مشرقی گوشے میں رہتا تھا۔ چونکہ اس قبیلے سے مسلمانوں کا باقاعدہ حلیفانہ معاہدہ تھا جس کی رُو سے مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدافعت کرنے کا پابند تھا، اس لیے مسلمانوں نے اس طرف سے بے فکر ہو کر اپنے بال بچے اُن گڑھوں میں بھجوا دیئے تھے جو بنی قریظہ کی جانب تھیں اور اُدھر مدافعت کا کوئی انتظام نہ کیا تھا۔ کفار نے اسلامی دفاع کے اس کمزور پہلو کو بھانپ لیا۔ اُن کی طرف سے بنی النضیر کا یہودی سردار حِجَی بن اخطب بنی قریظہ کے پاس بھیجا گیا تاکہ انہیں معاہدہ توڑ کر جنگ میں شامل ہونے پر آمادہ کرے۔ ابتداءً انہوں نے اس سے انکار کیا اور عداوت عافیت کہہ دیا کہ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ ہے اور آج تک کبھی ہمیں م۔ اپنی قوم کے افراد کی تائید و حمایت ہی پر انحصار رکھتے ہیں لیکن ایک اصولی و نظریاتی تحریک اپنی دعوت پرست میں بر جھتی ہے اور خود ان جتنوں کے اندر سے اپنے حامی نکال لاتی ہے۔

اُن سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ لیکن جب ابنِ اخطب نے ان سے کہا کہ ”دیکھو، میں اس وقت عرب کی متحدہ طاقت اس شخص پر چڑھا لایا ہوں، یہ اسے ختم کر دینے کا نادر موقع ہے، اس کو اگر تم نے کھو دیا تو پھر دوسرا کوئی موقع نہ مل سکے گا، تو یہودی ذہن کی اسلام دشمنی اخلاق کے پاس و لحاظ پر غالب آگئی اور بنی قریظہ عہد توڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے سے بھی بے خبر نہ تھے۔ آپ کو بروقت اس کی اطلاع مل گئی اور آپ نے فوراً انصار کے سرداروں سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جعبہ کو ان کے پاس تحقیق حال اور فہمائش کے لیے بھیجا۔ چلتے وقت آپ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ اگر بنی قریظہ عہد پر قائم رہیں تو اگر سارے لشکر کے سامنے علی الاعلان یہ خبر سنا دینا۔ لیکن اگر وہ نقص عہد پر مصر ہوں تو صرف مجھ کو اشارۃً (اس کی اطلاع دے دینا تاکہ عام مسلمان یہ بات سن کر سبت بہمت نہ ہو جائیں۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو بنی قریظہ کو پوری خیانت پر آمادہ پایا اور انہوں نے برملا ان سے کہہ دیا کہ لا عقد بیننا و بین محمد و لا عبد۔ ”ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔“ اس جواب کو سن کر وہ لشکرِ اسلام میں واپس آئے اور اشارۃً حضور سے عرض کر دیا: عَصَسَ وَقَارَهُ۔ یعنی قبیلہ عضل و قارہ نے رَجِیع کے مقام پر مبلغینِ اسلام کے وفد سے جو غداری کی تھی، وہی کچھ اب بنی قریظہ کرتے ہیں۔ یہ خبر بہت جلدی مدینہ کے مسلمانوں میں پھیل گئی اور ان کے اندر اس سے سخت اضطراب پیدا ہو گیا، کیونکہ اب وہ دونوں طرف سے گھیرے میں آ گئے تھے اور ان کے شہر کا وہ حصہ خطرے میں پڑ گیا تھا جسے دفاع کا بھی کوئی انتظام نہ تھا اور سب کے ہاں بچے بھی اسی جانب تھے۔ اس پر منافقین کو سرگرمیاں اور تیز ہو گئیں اور انہوں نے اہل ایمان کے حوصلے میسج کرنے کے لیے طرح طرح کے نفسیاتی حملے شروع کر دیئے۔ کسی نے کہا کہ ”ہم سے وعدے تو قبیسہ و کسریٰ کے ملک فتح ہو جانے کے لیے باریستہ تھے، اور حال یہ ہے کہ ہم رفع حاجت کے لیے بھی نہیں لکھ سکتے۔“ کسی نے یہ کہہ کر خندق کے محاذ سے رخصت مانگی کہ اب تو ہمارے گھر ہی شہر سے میں پڑ گئے ہیں،

ہمیں جا کر ان کی حفاظت کرنی ہے۔ کسی نے یہاں تک خفیہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ حمزہ اور وہ
سے اپنا معاملہ درست کر لو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کر دو۔ یہ ایسی شدید آزمائش کا
وقت تھا جس میں ہر اس شخص کا پردہ فاش ہو گیا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی نفاق موجود تھا۔
صرف صادق و مخلص اہل ایمان ہی تھے جو اس کوٹے وقت میں بھی فداکاری کے عزم پر ثابت قدم رہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک موقع پر بنی غطفان سے صلح کی بات چیت شروع کی
امدان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا ۱۰ حصہ لے کر واپس چلے جائیں
لیکن جب انصار کے سرداروں (سعد بن عبادہ اور سعید بن معاذ) سے آپ نے ان شرائط صلح کے متعلق
مشورہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ آپ کی خواہش ہے کہ ہم ایسا کریں؟ یا یہ
اللہ کا حکم ہے کہ ہمارے لیے اسے قبول کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے؟ یا آپ صرف ہمیں بچانے
کے لیے یہ تجویز فرما رہے ہیں؟" آپ نے جواب دیا "میں صرف تم لوگوں کو بچانے کے لیے ایسا
کر رہا ہوں، کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سارا عرب متحد ہو کر تم پر پل پڑا ہے میں چاہتا ہوں کہ ان کو
ایک دوسرے سے توڑ دوں۔" اس پر دونوں سرداروں نے بالاتفاق کہا کہ "اگر آپ ہماری خاطر یہ معاہدہ
کر رہے ہیں تو اسے ختم کر دیجئے۔ یہ قبیلے ہم سے اُس وقت بھی ایک جنبہ خراج کے طور پر کبھی
نہ لے سکے تھے جب کہ ہم مشرک تھے۔ اور اب تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا شرف
ہمیں حاصل ہے۔ کیا اب یہ ہم سے خراج لیں گے؟ ہمارے اور ان کے درمیان اب صرف تلوار
ہے، یہاں تک کہ اللہ ہمارا اور ان کا فیصلہ کر دے۔" یہ کہہ کر انہوں نے معاہدے کے اس مسودے
کو چاک کر دیا۔ بس پر ابھی فریقین کے دستخط نہ ہوئے تھے۔

اسی دوران میں قبیلہ غطفان کی شاخ اشج کے ایک صاحبِ نعیم بن مسعود مسلمان ہو کر حضور کے
پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابھی تک کسی کو بھی میرے قبولِ اسلام کا علم نہیں ہے، آپ مجھ سے
اس وقت جو خدمت لینا چاہیں میں اسے انجام دے سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا تم جا کر دشمنوں
میں بھوت ڈانسنے کی کوئی تدبیر کرو۔ چنانچہ وہ پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے جن سے ان کا ہمت

۱۔ اسی موقع پر حضور نے فرمایا تھا الحرب خدعة۔ یعنی جنگ میں دھوکہ دینا جائز ہے۔

میل جول تھا، اور ان سے کہا کہ قریش اور غطفان تو محاصرے سے تنگ آکر واپس بھی جاسکتے ہیں ان کا کچھ نہ بگڑے گا، مگر تمہیں مسلمانوں کے ساتھ اسی جگہ رہنا ہے، وہ لوگ اگر چلے گئے تو تمہارا کیا بنے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اس وقت تک جنگ میں حصہ نہ لو جب تک ان باہر سے آئے ہوئے قبائل کے چند نمایاں آدمی تمہارے پاس یرغمال کے طور پر نہ بھیج دیئے جائیں۔ یہ بات بنی قریظہ کے دل میں اتر گئی اور انہوں نے متحدہ محاذ کے قبائل سے یرغمال طلب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر یہ صاحب قریش اور غطفان کے سرداروں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ بنی قریظہ کچھ ڈھیلے پڑتے نظر آ رہے ہیں، بعید نہیں کہ وہ تم سے یرغمال کے طور پر کچھ آدمی مانگیں اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دے کہ اپنا معاندہ صاف کر لیں۔ اس لیے ذرا ان کے ساتھ ہوشیاری سے معاملہ کرنا۔ اس سے متحدہ محاذ کے لیڈر بنی قریظہ کی طرف سے کھٹاک گئے اور انہوں نے قرطی سرداروں کو پیغام بھیجا کہ اس طویل محاصرے سے اب ہم تنگ آ گئے ہیں، اب ایک فیصلہ کن لڑائی ہو جانی چاہئے۔ کل تم اُدھر سے حملہ کرو اور ہم اُدھر سے یک بارگی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ بنی قریظہ نے جواب میں کہنا بھیجا کہ آپ لوگ جب تک اپنے چند نمایاں آدمی یرغمال کے طور پر ہمارے حوالہ نہ کر دیں، ہم جنگ کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اس جواب سے متحدہ محاذ کے لیڈروں کو یقین آ گیا کہ نعیم کی بات سچی تھی۔ انہوں نے یرغمال دینے سے انکار کر دیا اور اس سے بنی قریظہ نے سمجھ لیا کہ نعیم نے ہم کو ٹھیک مشورہ دیا تھا۔ اس طرح یہ جنگی چل بہت کامیاب ثابت ہوئی اور اس نے دشمنوں کے کیمپ میں پھوٹ ڈال دی۔

اب محاصرہ ۲۵ دن سے زیادہ طویل ہو چکا تھا۔ سردی کا زمانہ تھا۔ اتنے بڑے لشکر کے لیے پانی اور غذا اور چارے کی فراہمی بھی مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اور پھوٹ پڑ جانے سے بھی محاصرین کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ اس حالت میں یکا یک ایک رات سخت آندھی آئی جس میں سردی اور کڑک اور چمک تھی اور اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دیتا تھا۔ آندھی کے زور سے دشمنوں کے خیمے الٹ گئے اور ان کے اندر شدید افراتفری برپا ہو گئی۔ قدرت خداوندی

کا یہ کاری واروہ نہ سہہ سکے۔ راتوں رات ہر ایک نے اپنے گھر کی راہ لی اور صبح جب مسلمان اٹھے تو میدان میں ایک دشمن بھی موجود نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کو دشمنوں سے خالی دیکھ کر فوراً ارشاد فرمایا: **تَعَزَّوْكُمْ قَرِيشَ** بعد عامکہ ہذا **اَلَيْسَ كَذَبًا** یعنی ”اب قریش کے لوگ تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے۔ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔“ یہ حالات کا بالکل صحیح اندازہ تھا۔ قریش ہی نہیں، سارے دشمن قبائل متحد ہو کر اسلام کے خلافت اپنا آخری واؤں چل چکے تھے۔ اس میں بار جانے کے بعد اب ان میں یہ ہمت ہی باقی نہ رہی تھی کہ مدینے پر حملہ آور ہونے کی جرأت کر سکتے۔ اب حملے (OFFENSIVE) کی قوت دشمنوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔

غزوہ بنی قریظہ | خندق سے پہلے کہ جب حضور گھر پہنچے تو ظہر کے وقت جبریل نے اگر حکم سنایا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں، بنی قریظہ کا معاملہ باقی ہے، ان سے بھی اسی وقت غلط لینا چاہیے۔ یہ حکم پاتے ہی حضور نے فوراً اعلان فرمایا کہ ”جو کوئی سمجھ و طاعت پر قائم ہو وہ عصر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک دیار بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائے۔“ اس اعلان کے ساتھ ہی آپ نے حضرت علیؑ کو ایک دستے کے ساتھ مقدمۃ الجیش کے طور پر بنی قریظہ کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ جب وہاں پہنچے تو یہودیوں نے کوٹھوں پر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی لیکن یہ بدزبانی ان کو اس جرم عظیم کے خمیازے سے کیسے بچا سکتی تھی کہ انہوں نے عین لڑائی کے وقت معاہدہ توڑ ڈالا اور حملہ آوروں سے مل کر مدینے کی پوری آبادی کو ہلاکت کے خطرے میں مبتلا کر دیا۔ حضرت علیؑ کے دستے کو دیکھ کر وہ سمجھے تھے کہ یہ محض دھمکانے آئے ہیں۔ لیکن جب حضورؐ کی قیادت میں پورا اسلامی لشکر وہاں پہنچ گیا اور ان کی ہستی کا محاصرہ کر دیا گیا تو ان کے ہاتھوں کے ٹیڑھے اڑ گئے۔ محاصرے کی شدت کو وہ دو تین ہفتوں سے زیادہ برداشت نہ کر سکے اور آخر کار انہوں نے اس شہ پر اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا کہ قبیضہ آؤں گے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے حق میں جو فیصلہ بھی کر دیں گے اسے فریقین مان لیں گے۔ انہوں نے حضرت سعد کو اس امید پر شکم بنایا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں آؤں اور بنی قریظہ کے درمیان جو علینانہ تعلقات

مدتوں سے چلے آرہے تھے وہ ان کا لحاظ کریں گے اور انہیں بھی اسی طرح مدینہ سے نکل جانے دیں گے جس طرح پہلے بنی قینقاع اور بنی النضیر کو نکل جانے دیا گیا تھا۔ خود قبیلہ اوس کے لوگ بھی حضرت سعد سے تقاضا کر رہے تھے کہ اپنے حلیفوں کے ساتھ نرمی برتیں لیکن حضرت سعد بھی ابھی دیکھ چکے تھے کہ پہلے جن دو یہودی قبیلوں کو نکلنے کا موقع دیا گیا تھا وہ کس طرح سارے گرد و پیش کے قبائل کو بھڑکا کر مدینے پر دس بارہ ہزار کا شکر چڑھا لاتے تھے۔ اور یہ معاملہ بھی ان کے سامنے تھا کہ اس آخری یہودی قبیلے نے عین بیرونی حملے کے موقع پر بد عہدی کر کے اہل مدینہ کو تباہ کر دینے کا کیا سامان کیا تھا۔ اس لیے انہوں نے فیصلہ دیا کہ بنی قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے، اور ان کے تمام املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس فیصلے پر عمل کیا گیا اور حبیب بنی قریظہ کی گڑھیوں میں مسلمان داخل ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ جنگِ احزاب میں حصہ لینے کے لیے ان غداروں نے ۵۱ سو تلواریں، تین سو زہریں، دو ہزار نیزے، اور ۱۵ سو ڈھالیں فراہم کی تھیں۔ اگر اللہ کی تائید مسلمانوں کے ثواب کا حال نہ ہوتی تو یہ سارا جنگی سامان عین اُس وقت مدینہ پر عقب سے حملہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا جبکہ مشرکین یکبارگی خندق پار کر کے ٹوٹ پڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اُنکشاف کے بعد تو اس امر میں شک کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی کہ حضرت سعد نے ان لوگوں کے معاملہ میں جو فیصلہ دیا وہ بالکل حق تھا۔

معاشرتی اصلاحات | جنگِ احدا اور جنگِ احزاب کے درمیان، دو سال کا یہ زمانہ اگرچہ ایسے ہنگاموں کا زمانہ تھا جن کی بدولت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایک دن کے لیے بھی امن اور اطمینان نصیب نہ ہوا، لیکن اس پوری مدت میں نئے مسلم معاشرے کی تعمیر، اور ہر پہلو میں زندگی کی اصلاح کا کام برابر جاری رہا۔ یہی زمانہ تھا جس میں مسلمانوں کے قوانینِ نکاح و طلاق قریب قریب مکمل ہو گئے، وراثت کا قانون بنا، شراب اور جوئے کو حرام کیا گیا، اور معیشت و معاشرت کے دو ہرے بہت پہلوؤں میں نئے ضابطے نافذ کیے گئے۔

اس سلسلے کا ایک اہم مسئلہ جو اصلاح کا تقاضا کر رہا تھا تنہیت کا مسئلہ تھا جو کہ لوگ جس نیچے کو متبہی بناتے تھے وہ بالکل اُن کی حقیقی اولاد کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اسے وراثت ملتی تھی۔ اس سے منہ بولی ماں اور منہ بولی بہنیں وہی خلا ملا رکھتی تھیں جو حقیقی بیٹے اور بھائی سے رکھا جاتا۔ اس کے ساتھ منہ بولے باپ کی بیٹیوں کا اور اس باپ کے مرجانے کے بعد اس کی بیوہ کا نکاح اُسی طرح ناجائز سمجھا جاتا تھا جس طرح سگی بہن اور حقیقی ماں کے ساتھ کسی کا نکاح حرام ہوتا ہے اور یہی معاملہ اُس صورت میں بھی کیا جاتا تھا جب منہ بولا بیٹا مرجائے یا اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ منہ بولے باپ کے لیے وہ عورت سگی بیوی کی طرح سمجھی جاتی تھی۔ یہ رسم قدم قدم پر نکاح اور طلاق اور وراثت کے اُن قوانین سے ٹکراتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ اور سورہ نسا میں مقرر فرمائے تھے۔ اُن کی رو سے جو لوگ حقیقت میں وراثت کے حق دار تھے یہ رسم ان کا حق مار کر ایک ایسے شخص کو دلاتی تھی جو سرے سے کوئی حق نہ رکھتا تھا۔ اُن کی رو سے جن عورتوں اور مردوں کے درمیان رشتہ نکاح حلال تھا، یہ رسم ان کے باہمی نکاح کو حرام کرتی تھی۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ اسلامی قانون جن بد اخلاقیوں کا سد باب کرنا چاہتا تھا، یہ رسم ان کے پھیلنے میں مددگار نہ تھی۔ کیونکہ رسم کے طور پر منہ بولے رشتے میں خواہ کتنا ہی تقدس پیدا کر دیا جاتے، بہر حال منہ بولی ماں، منہ بولی بہن اور منہ بولی بیٹی حقیقی ماں بہن اور بیٹی کی طرح نہیں ہو سکتی۔ ان مصنوعی رشتوں کے رسمی تقدس پر بھروسہ کر کے مردوں اور عورتوں کے درمیان جب حقیقی رشتہ داروں کا سا خلا ملا ہو تو وہ برے نتائج پیدا کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان وجوہ سے اسلامی قانون نکاح و طلاق، قانون وراثت اور قانون حرمت زنا کا یہ تقاضا تھا کہ متبہی کو حقیقی اولاد کی طرح سمجھنے کے تخیل کا قطعی استیصال کر دیا جائے۔

لیکن یہ تخیل محض ایک قانونی حکم کے طور پر یہ بیان کر دینے سے ختم نہیں ہو سکتا تھا کہ منہ بولا رشتہ کوئی حقیقی رشتہ نہیں ہے۔ صدیوں کے جیسے ہوئے تعصبات اور اوہام محض اقوال سے نہیں بدل جاتے جیسا کہ لوگ اس بات کو مان بھی لیتے کہ یہ رشتے حقیقی رشتے نہیں ہیں، پھر

بھی منہ بولی ماں اور منہ بولے بیٹے کے درمیان، منہ بولے بھائی اور بہن کے درمیان، منہ بولے باپ اور بیٹی کے درمیان، منہ بولے خسر اور بہو کے درمیان نکاح کو لگ مکر وہ ہی سمجھتے رہتے۔ نیز ان کے مابین خلا ملا بھی کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتا۔ اس لیے ناگزیر تھا کہ یہ رسم عملاً توڑی جائے، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس کو توڑیں۔ کیونکہ جو کام حضور نے خود کیا ہو، اور اللہ کے حکم سے کیا ہو، اس کے متعلق کسی مسلمان کے ذہن میں کراہت کا تصور باقی نہ رہ سکتا تھا۔ اسی بنا پر جنگ احزاب کے کچھ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ کیا گیا کہ آپ اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے خود نکاح کر لیں، اور اس حکم کی تعمیل آپ نے محاصرہ بنی قریظہ کے زمانے میں فرمائی۔ رغائباً ناخیر کی وجہ یہ تھی کہ عدت ختم ہونے کا انتظار تھا، اور اسی دوران میں جنگی مصروفیات پیش آگئی تھیں۔

نکاح زینب پر پروپیگنڈے کا طوفان | یہ کام ہونا تھا کہ حضور کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک طوفان بکھٹ اٹھ کھڑا ہو، مشرکین اور منافقین اور یہود سب آپ کی پے درپے کامیابیوں سے جلے بیٹھے تھے۔ اُحد کے بعد سے احزاب اور بنی قریظہ تک دو سال کی مدت میں جس طرح وہ زک پر زک اٹھاتے چلے گئے تھے اس کی وجہ سے ان کے دلوں میں آگ لگ رہی تھی۔ وہ اس بات سے بھی مایوس ہو چکے تھے کہ اب وہ کھلے میدان میں ٹرکھی آپ کو زیر کر سکیں گے۔ اس لیے انہوں نے اس نکاح کے معاملے کو اپنے لیے ایک خداداد موقع سمجھا اور خیال کیا کہ اب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اخلاقی برتری کو ختم کر سکیں گے جو ان کی طاقت اور ان کی کامیابیوں کا اصل راز ہے۔ چنانچہ یہ افسانے تراشے گئے کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہو کو دیکھ کر عاشق ہو گئے تھے، بیٹے کو اس تعلق خاطر کا علم ہو گیا، اس نے بیوی کو طلاق دیدی اور اپنے اس کے بعد بہو سے بیاہ دیا۔ حالانکہ یہ بات صریحاً لغو تھی۔ حضرت زینبؓ حضورؐ کی بھوپتی بہن تھیں بچپن سے جوانی تک ان کی ساری عمر آپ کے سامنے گزری تھی۔ کسی وقت ان کو دیکھ کر عاشق ہو جانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا تھا پھر آپ نے خود اصرار کر کے حضرتؓ سے ان کا نکاح کر لیا تھا۔ ان کا

سارا خاندان اس پر راضی نہ تھا کہ قریش کے اتنے اونچے گھرانے کی ٹرکی ایک آزاد کردہ غلام سے بیاہی جائے۔ خود حضرت زینب بھی اس رشتے سے ناخوش تھیں مگر حضورؐ کے حکم سے سب مجبور ہو گئے، اور حضرت یزیدؓ کے ساتھ ان کی شادی کر کے عرب میں اس امر کی پہلی مثال پیش کر دی گئی کہ اسلام ایک آزاد کردہ غلام کو اٹھا کر شرفائے قریش کے برابر لے آیا ہے۔ اگر فی الواقع حضورؐ کا کوئی میلان حضرت زینبؓ کی جانب ہوتا تو زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، آپؐ خود اس نکاح کر سکتے تھے لیکن بے حیائی بعض نے ان سارے حقائق کے موجود ہوتے یہ عشق کے افسانے تصنیف کیے، خوب ملک مہرچ نکالنا کر ان کو پھیلایا اور اس پر وہ پگنڈے کا صور اس زور کھینچا کہ خود مسلمانوں کے اندر بھی ان کی گھڑی ہوئی روایات پھیل گئیں۔ پردہ کے ابتدائی احکام | یہ بات کہ دشمنوں کے تصنیف کیے ہوئے افسانے مسلمانوں کی زبانوں پر چڑھنے سے بھی نہ رکے اس امر کی کھلی ہوئی علامت تھی کہ معاشرے میں شہوانیت کا عنصر حد اعتدال سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ خرابی اگر موجود نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ذہن ایسی پاک ہستی کے متعلق ایسے بے ہوشاں اور اس قدر گھناؤنے افسانوں کی طرف ادنیٰ التفات بھی کرتے، کجا کہ زبانیں ان کو دہرانے لگتیں۔ یہ ٹھیک موقع تھا جبکہ اسلامی معاشرے میں ان اصلاحی احکام کے نفاذ کی ابتدا کی گئی جو حجاب (پردے) کے عنوان سے بیان کیے جاتے ہیں۔ ان اصلاحات کا آغاز اس سورے سے کیا گیا، اور ان کی تکمیل ایک سال بعد سورہ نور میں کی گئی، جبکہ حضرت عائشہؓ پر بہتان کا فتنہ کھڑا ہوا۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر سورہ نور، دیباچہ)

حضورؐ کی خانگی زندگی کے معاملات | اسی زمانہ میں دو مسئلے اور بھی توجہ طلب تھے۔ اگرچہ بظاہر ان کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی سے تھا، مگر جو ذات اپنی جان خدا کے دین کو پروان چڑھانے کے لیے کھپا رہی تھی اور ہمہ تن اس کا عظیم میں مہمک تھی اُس کے لیے خانگی زندگی کا سکون فراہم کرنا، اور اُس کو پریشانیوں سے بچانا، اور اس کو لوگوں کے شکوک و شبہات سے محفوظ رکھنا بھی خود دین ہی کے مفاد کے لیے ضروری تھا۔

پہلا مسئلہ یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مالی حیثیت انتہائی تنگ حال تھے ابتدائی

چار سال تک تو آپ کا کوئی ذریعہ آمدنی تھا ہی نہیں سکتا۔ میں بنی النضیر کی جلا وطنی کے بعد ان کی فکر زمینوں کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی ضروریات کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ مگر وہ آپ کے کفن کے لیے کافی نہ تھا۔ اور منصب رسالت کے فرائض اتنے بھاری تھے کہ وہ آپ کے جسم اور دل و دماغ کی ساری طاقتیں اور آپ کے اوقات کا ایک ایک لمحہ سونٹے ڈال رہے تھے اور آپ اپنی معاش کے لیے ذرہ برابر بھی کوئی فکر یا کوشش نہ کر سکتے تھے۔ ان حالات میں جب آپ کی ازواج مطہرات خرچ کی تنگی کے باعث آپ کے سکون طبع میں خلل انداز ہوتی تھیں تو اس سے آپ کے ذہن پر دہرا بار پڑ جاتا تھا۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ حضرت زینب کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے آپ کی چار بیویاں موجود تھیں۔

حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ۔ ام المومنین حضرت زینب آپ کی پانچویں بیوی تھیں۔ اس پر مخالفین نے یہ اعتراض اٹھایا، اور مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس سے شبہات ابھرنے لگے کہ دوسروں کے لیے تو بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا مندرج ٹھہرا دیا گیا ہے مگر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پانچویں بیوی کیسے کر لی۔

موضوع اور مباحث | یہ مسئلہ تھے جو سورہٴ احزاب کے نزول کے زمانے میں پیش آئے تھے اور انہی پر اس سورے میں کلام فرمایا گیا ہے۔

اس کے مضامین پر غور کرنے، اور پس منظر کو نگاہ میں رکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری سورہٴ ایک خطبہ نہیں ہے جو بیک وقت نازل ہوا ہو، بلکہ یہ متعدد احکام و فرامین اور خطبات پر مشتمل ہے جو اس زمانہ کے اہم واقعات کے سلسلے میں یکے بعد دیگرے نازل ہوئے اور پھر یک جا جمع کر کے ایک سورہٴ کی شکل میں مرتب کر دیئے گئے۔ اس کے حسب ذیل اجزاء صاف طور پر مرتب نظر آتے ہیں:

۱۔ پہلا رکوع غزوہٴ احزاب کے کچھ پہلے کا نازل شدہ معلوم ہوتا ہے۔ تاریخی پس منظر کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جاتے تو اس رکوع کو پڑھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کے نزول کے وقت حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ضرورت کو محسوس فرما رہے تھے کہ

متبنی کے بارے میں جاہلیت کے تصورات اور اودھام و رسوم کو مٹایا جائے، اور آپ کو یہ بھی محسوس ہوگا
نہا کہ لوگ منہ بولے رشتوں کے معاملہ میں محض جذباتی بنیادوں پر جن قسم کے نازک اور گہرے تصورات
رکھتے ہیں وہ اُس وقت تک ہرگز نہ مٹ سکیں گے جب تک آپ خود آگے بڑھ کر اس رسم کو نہ توڑ دیں۔
لیکن اس کے ساتھ ہی آپ اس بنا پر سخت مترو د تھے اور قدم بڑھاتے ہوئے ہچکچاہٹے تھے کہ اگر
اس موقع پر آپ نے حضرت زینب کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا تو اسلام کے خلاف ہنگامہ اٹھانے
کے لیے منافقین اور یہود اور مشرکین کو، جو پہلے ہی بھرے بیٹھے ہیں، ایک زبردست شوشہ ہاتھ
آجائے گا۔ اس موقع پر رکوع اول کی آیات نازل ہوئیں۔

۲۔ رکوع دوم و سوم میں غزوہ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ پر تبصرہ فرمایا گیا ہے۔ یہ اس بات
کی کھلی علامت ہے کہ یہ دونوں رکوع ان ٹرائیوں کے بعد نازل ہوئے ہیں۔

۳۔ چوتھے رکوع کے آغاز سے آیت ۲۵ تک کی تقریر دو مضامین پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو، جو اس تنگی و عسرت کے زمانے میں بے صبر ہو رہی تھیں، اللہ تعالیٰ
نے نوٹس دیا ہے کہ دنیا اور اس کی زینت، اور خدا و رسول اور آخرت میں سے کسی ایک کو انتخاب
کر لو۔ اگر تمہیں پہلی چیز مطلوب ہے تو صاف کہہ دو، تمہیں ایک دن کے لیے بھی اس تنگی میں مبتلا نہ رکھا
جائے گا بلکہ بخوشی رخصت کر دیا جائے گا۔ اور اگر دوسری چیز پسند ہے تو صبر کے ساتھ اللہ اور اس کے
رسول کا ساتھ دو۔ دوسرے حصے میں اُس معاشرتی اصلاح کی طرف پہلا قدم اٹھایا گیا جس کی
ضرورت اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ذہن اب خود محسوس کرنے لگے تھے۔ اس سلسلہ میں
اصلاح کی ابتدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کرتے ہوئے ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا کہ تنہا
جاہلیت سے پرہیز کریں، وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور غیر مردوں کے ساتھ بات چیت
کرنے میں سخت احتیاط ملحوظ رکھیں۔ یہ پردے کے احکام کا آغاز تھا۔

۴۔ آیت ۳۶ سے ۸۴ تک کا مضمون حضرت زینب کے ساتھ حضور کے نکاح کے سلسلے میں ہے۔
اس میں ان تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو مخالفین کی طرف سے اس نکاح پر کیے جا رہے تھے، اُن

تمام شبہات کو رفع کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کی جا رہی تھی، مسلمانوں کو تیار کیا ہے کہ حضور کا مرتبہ و مقام کیا ہے، اور خود حضور کو کفار و منافقین کے جھوٹے پروپیگنڈے پر صبر کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

۵۔ آیت ۴۹ میں طلاق کے قانون کی ایک دفعہ بیان ہوئی ہے۔ یہ ایک منفرد آیت ہے جو غالباً انہی واقعات کے سلسلے میں کسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

۶۔ آیت ۵۰۔ ۵۲ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکاح کا خاص ضابطہ بیان کیا گیا ہے اس میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ حضورؐ ان متعدد پابندیوں سے مستثنیٰ ہیں جو ازدواجی زندگی کے معاملہ میں عام مسلمانوں پر عائد کی گئی ہیں۔

۷۔ آیت ۵۳۔ ۵۵ میں معاشرتی اصلاح کا دوسرا قدم اٹھایا گیا۔ یہ حسبِ فیہل احکام پر مشتمل ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں غیر مردوں کی آمد و رفت پر پابندی۔ ملاقات اور دعوت کا ضابطہ۔ ازدواجی مطہرات کے بارے میں یہ قانون کہ گھروں میں صرف ان کے قریبی رشتہ دار آ سکتے ہیں باقی سب غیر مرد تو انہیں اگر بات کرنی ہو یا کوئی چیز مانگنی ہو تو پر دے کے پیچھے سے کہیں اور مانگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کے بارے میں یہ حکم کہ وہ مسلمانوں کے لیے ماں کی طرح حرام ہیں اور حضورؐ کے بعد بھی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

۸۔ آیت ۵۶۔ ۵۷ میں اُن چھ میگکریٹوں پر سخت تنبیہ کی گئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح اور آپ کی خانگی زندگی پر کی جا رہی تھیں اور اہل ایمان کو بدایت کی گئی ہے کہ وہ دشمنوں کی اس حبیبِ چینی سے اپنے دامن بچائیں اور اپنے نبی پر درود بھیجیں۔ نیز یہ تلقین بھی کی گئی ہے کہ نبی تو درکنار اہل ایمان کو تو عام مسلمانوں پر بھی تہمتیں لگانے اور الزامات عائد کرنے سے کلی احتیاب کرنا چاہیے۔

۹۔ آیت ۵۹ میں معاشرتی اصلاح کا تیسرا قدم اٹھایا گیا ہے۔ اس میں تمام مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ جب گھروں یا بیرون گلیں تو چادریں اپنے آپ کو ڈھانک کر اور گھونگھٹ ڈال کر نکلیں۔

اس کے بعد آخر سورۃ تک افواہ بازی کی اُس مہم (WHISPERING CAMPAIGN) پر سخت زجر و توبیخ کی گئی ہے جو منافقین اور سفہاء و اراذل نے اس وقت برپا کر رکھی تھی۔